OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/

رمضان کی راتوں میں حرمتِ اکل ومباشرت کے مسئلے کا جائزہ، سورہ البقرہ کی آیت 187 کے تناظر میں

Revisiting the problem of Prohibition of Mating with Wives during the Nights of Ramadan, in the Perspective of the Quranic Verse 2:187

Dr. Irfan Shahzad
Assistant Professor/In Charge Department of Islamic Studies Virtual University of Pakistan / Associate fellow Al-Mawrid, Lahore
Email: irfanshehzad76@gmail.com

Dr. Abdul Basit

Director & CEO Muslim Research Scholars Organization / Faculty Member, Department of Islamic Studies, Virtual University of Pakistan.

basit.zafar@vu.edu.pk

Abstract
It is assumed that it was once incumbent upon the first Muslim community to restrain from conjugal relation with their spouses during the nights of Ramadan. The traditions differ in this regard. Some say that they were supposed to carry out the restrictions during the day time of Ramadan throughout the nights of Ramadan after breaking their fast or after their sleep or after 'Isha' prayer. When some Muslims failed to keep up the restrictions, especially the conjugal relation with their spouses, Allāh revealed the verse, Sūrah al-Baqarah, 2:187, to remove the restrictions of Ramadan for the night time.
In this article, the author investigates if there was any religious directive regarding the said restrictions during the nights of Ramadan prior to the revelation of the verse 2:187, which it aborted. If it was not, then, how the companions developed diverse understandings of the particular restrictions during nighttime of Ramadan, and what do the words of the Ayat, 'now, it is made lawful to you', means, which apparently means that something was unlawful before and now it was made lawful through this verse. The author, in this paper, tries to find the answers to these questions in the light of the textual study of Qur'ān and Aḥādīth.
Keywords: Conjugal Relation, Ramaḏān, Lawful, Unlawful, The Companions, Qurān, Ḥadīth

.

تعارف

سورہ البقرہ کی آیت 187 کے تناظر میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ شریعت میں پہلے یہ حکم تھا کہ رمضان کی راتوں میں افطار کے بعد بھی مطلقاً یا سو جانے یا عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد کھانا پینا اور بیویوں سے مقاربت اسی طرح حرام تھے جیسے روزے کی حالت میں دن کو ہوتے ہیں۔ پھر جب کچھ صحابہ سے ان پابندیوں پر عمل نہ ہو سکا خصوصاً رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مقاربت کی پابندی نہ ہو سکی، تو اللہ نے درج ذیل آیت کے ذریعے رات سے متعلق اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ ہم نے اس مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ آیا ایسا کوئی حکم پہلے موجود تھا یا نہیں جس میں رمضان کی راتوں میں بھی روزے کی حالت میں عائد ہونے والی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ صحابہ اگر ایسا سمجھتے تھے تو اس کی بنیاد کیا تھی؟ کیا سورہ بقرہ کی آیت 187 سے پہلے سے موجود کوئی شرعی حکم منسوخ ہوا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو آیت کا درست مفہوم کیا ہے؟

متن:

قرآن مجید میں سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

رمضان کی راتوں میں حرمتِ اکل ومباشرت کے مسئلے کا جائزہ، سورہ البقرہ کی آیت 187 کے تناظر میں

"أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ"[1]

"(تم پوچھنا چاہتے ہو تو لو ہم بتائے دیتے ہیں کہ) روزوں کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا تمھارے لیے جائز کیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اُس نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے در گذر کیا۔ چنانچہ اب (بغیر کسی تردد کے) اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور (اس کا) جو (نتیجہ) اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، اُسے چاہو۔"

اس آیت سے یہ مفہوم بھی متبادر ہو سکتا ہے کہ رمضان کی راتوں میں بھی افطار کے بعد وہ پابندیاں دوبارہ سے عائد ہو جاتی ہیں جو روزے کی حالت میں ایک مسلمان پر لاگو ہوتی ہیں۔ ان پابندیوں میں سے خصوصا! بیویوں سے مباشرت کی پابندی کی خلاف ورزی کا ذکر اس آیت میں آیا ہے، یعنی ایسا ہوا کہ کچھ لوگوں نے یہ جانتے ہوئے کہ رمضان کی راتوں میں بھی بیویوں سے مقاربت منع ہے، اس فعل کا ارتکاب کیا اور اپنے نفسوں کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوئے۔ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ ایک آدھ بار پیش نہیں آیا۔ ماضی استمراری کا استعمال بتا رہا ہے کہ یہ معاملہ بار بار پیش آ رہا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ چند افراد کو پیش نہیں آ رہا تھا بلکہ پوری کمیونٹی کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اس تناظر میں اللہ تعالی کی طرف سے مسلمانوں کی آسانی کے لیے تخفیف کا حکم نازل کیا گیا کہ رمضان کی راتوں میں کھانے، پینے اور جماع کرنے کی پابندی اب نہیں ہے۔ جو ممانعت تھی، وہ اب اٹھالی گئی ہے۔ اب وہ بغیر کسی احساس جرم کے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جا سکتے ہیں۔

علامہ طبری نے اس سلسلے میں صحابہ کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ ان کا ایک جامع بیان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حدثنا أبو كريب قال حدثنا يونس بن بكير قال، حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة، عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن معاذ بن جبل قال: كانوا يأكلون ويشربون ويأتون النساءَ ما لم يناموا، فإذا ناموا تركوا الطعامَ والشرابَ وإتيانَ النساء.[2]

"فرماتے ہیں لوگ جب تک سو نہیں جاتے تھے، کھاتے، پیتے اور عورتوں کے پاس جاتے تھے، پھر جب سو جاتے تو تو کھانے پینے اور عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔"

علامہ طبری نے ان روایات کو نقل کر کے کوئی نقد نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے وہ رمضان کی راتوں میں حرمتوں کے مذکورہ حکم اور اس کے بعد سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے ان کے نسخ کے قائل ہیں۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر، "تفسیر القرآن العظیم" المعروف تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

هَذِهِ رُخْصة مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِلْمُسْلِمِينَ، ورَفْع لِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُهُمْ إِنَّمَا يَحِلُّ لَهُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْجِمَاعُ إِلَى صَلَاةِ الْعِشَاءِ أَوْ يَنَامُ قَبْلَ ذَلِكَ، فَمَتَى نَامَ أَوْ صَلَّى الْعِشَاءَ حَرُمَ عَلَيْهِ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ وَالْجِمَاعُ إِلَى اللَّيْلَةِ الْقَابِلَةِ. فَوَجَدُوا مِنْ ذَلِكَ مَشَقة كَبِيرَةً.[3]

یہ اللہ تعالی کی طرف سے مسلمانوں کے لیے رخصت عنایت کی گئی۔ ابتدائے اسلام میں ان پر جو پابندی تھی وہ اٹھالی گئی۔ یہ یوں تھا کہ ان میں جب کوئی افطار کرتا تو اس کے لیے کھانا، پینا اور جماع کرنا عشاء تک یا سونے سے پہلے تک کے لیے حلال ہو جاتا۔ پھر جب وہ سو جاتا یا نماز عشاء ادا کر لیتا، تو اس پر کھانا، پینا اور جماع کرنا اگلی رات تک کے لیے حرام ہو جاتا۔ اس میں انھیں بڑی مشقت پیش آ رہی تھی۔

حافظ ابن کثیر کے اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں یہ حکم پہلے موجود تھا کہ رمضان میں افطار کے بعد بھی دن کے اوقات میں روزے

کی حالت کی پابندیاں مسلمان پر دوبارہ سے عائد ہو جاتی تھیں۔ تاہم، قرآن مجید اور تفاسیری روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی حکم قرآن مجید میں کبھی نہیں دیا گیا تھا، جس میں رمضان کی راتوں میں بھی روزے کی حالت میں عائد ہونے والی پابندیوں کو افطار کے بعد دوبارہ سے عائد کیا گیا ہو اور پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کے لیے درج بالا سورہ بقرہ کی آیت 187 نازل کی گئی ہو۔

تاہم، امام رازی ابو مسلم اصفہانی کی رائے نقل کرتے ہیں شریعت محمدی میں یہ حرمتیں ثابت نہیں۔ یہ نصاریٰ میں رائج تھا اور مسلمانوں کو قرآن کے اس بیان سے وہم ہوا تھا کہ روزے اگر اسی طرح فرض ہیں جیسے گزشتہ اقوام پر فرض تھے تو وہ اپنے تمام لوازم اور پہلوؤں کے ساتھ فرض ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ انھوں نے بھی یہ حرمتیں اختیار کر لیں:

وَقَالَ أَبُو مُسْلِمٍ الْأَصْفَهَانِيُّ هَذِهِ الْحُرْمَةُ مَا كَانَتْ ثَابِتَةً فِي شَرْعِنَا الْبَتَّةَ، بَلْ كَانَتْ ثَابِتَةً فِي شَرْعِ النَّصَارَى، وَاللَّهُ تَعَالَى نَسَخَ بِهَذِهِ الْآيَةِ مَا كَانَ ثَابِتًا فِي شَرْعِهِمْ[4]

"ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ یہ حرمتیں ہماری شریعت میں ثابت نہیں تھیں، بلکہ نصاریٰ کی شریعت میں موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شریعت میں ثابت شدہ ان احکام کو اس آیت سے منسوخ کیا ہے۔"

یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسا کوئی حکم احادیث کے ذخیرہ میں مذکور ہوا ہو، جسے اس درج بالا آیت نے منسوخ کیا ہے۔ صورت حال اگر یوں ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ جب ایسا کوئی حکم موجود ہی نہیں تھا، تو سورہ بقرہ کی زیر بحث آیت نزول قرآن کے وقت کے مسلمانوں کے جس عمل کی اصلاح کر رہی ہے، وہ کس بنیاد پر تھا؟ کیا یہ کوئی غلط فہمی تھی جو انھیں لاحق ہوئی تھی؟ اگر ایسا تھا تو اس غلط فہمی کی بنیاد کیا تھی؟ اگر ایسا کوئی حکم پہلے موجود نہ تھا تو سورہ بقرہ کی زیر بحث آیت میں جس حلت کا ذکر ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ پہلے کسی حرام کردہ شے کی حلت کا اعلان کر رہی ہے؟ اگر ایسا کوئی حکم نہیں تھا تو اس کی خلاف ورزی پر تنبیہ کا مطلب ہے؟ یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ تم اپنے نفسوں کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوئے؟

شریعت کے اس اصول سے ہم واقف ہیں کہ دین و شریعت میں حرام کو پوری وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ رمضان کی راتوں میں افطار کے بعد یا عشاء کی نماز یا سونے کے بعد روزہ کی پابندیاں دوبارہ عائد ہو جاتی ہیں اور کھانا پینا، اور جماع کرنا حرام ہو جاتا ہے تو یہ حرمتیں واضح طور پر علم میں آنی چاہیے تھیں۔

یہ وہ مسائل ہیں جن کا جائزہ اس مضمون میں لیا گیا ہے۔

اس ضمن میں وارد ہونے والی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسائل ایک دو کو نہیں پوری کمیونٹی کو پیش آ رہے تھے۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَلَفْظُ الْبُخَارِيِّ هَاهُنَا مِنْ طَرِيقِ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ: لَمَّا نزل صومُ رمضان كانوا لَا يقربُون النِّسَاءَ، رَمَضَانَ كُلَّه، وَكَانَ رِجَال يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ[5]

اس تناظر میں صحیح بخاری کے الفاظ میں، ابو اسحاق کی سند سے روایت ہے کہ براء بن عازب نے کہا جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا، تو مسلمان پورا رمضان اپنی بیویوں کے پاس نہ جاتے۔ مرد حضرات اپنے نفسوں کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہونے لگے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: "اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اس نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے درگذر کیا۔"

یہ موقف مفسرین کی ایک پوری جماعت سے منقول ہے۔ یہ روایات یہ ابو اسحاق عن براء بن عازب اور علی بن ابو طلحہ اور موسیٰ بن عقبہ عن کریب عن ابن عباس، عطا بن ابی رباح عن ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔

یہ روایات کثیر ہیں اور مجموعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ یہ مسئلہ بڑے پیمانے پر پیش آ رہا تھا۔ تاہم، متن کے لحاظ سے دیکھیے تو ان میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ ایک روایت اگر یہ کہتی ہے کہ صحابہ رمضان کی راتوں میں بعد از افطار سو جانے یا عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد اکل و شرب اور مباشرت کو حرام سمجھتے تھے تو دوسری یہ بتاتی ہے کہ وہ افطار کے بعد سے ہی ان افعال کو حرام جانتے تھے[6]۔ مثلاً درج ذیل روایات دیکھیے:

"حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا، فَحَضَرَ الإِفْطَارُ، فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلاَ يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ، فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لاَ وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: {أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ} [البقرة: 187] فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا، وَنَزَلَتْ: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ}" [البقرة: 187] [7]

"براء بن عازب فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے جب کوئی روزے سے ہوتا تو اور اس کے سامنے افطار کا کھانا لایا جاتا تو اگر وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو اس رات اور اگلے دن شام تک کچھ نہ کھاتا۔ قیس بن صرمہ انصاری روزہ سے تھے۔ تو جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی سے بولے کیا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں اور تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔ اس دن انہوں نے محنت مشقت کی تھی۔ اس لیے ان کو نیند آگئی۔ پھر ان کی بیوی ان کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہ تو سو گئے۔ تو بولی۔ افسوس۔ پھر جب دن چڑھا تو کمزوری سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ جب اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ احل لکم۔۔۔۔"

"حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ البَرَاءِ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ البَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لاَ يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ». فَأَنْزَلَ اللَّهُ {عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ}" [البقرة: 187][8]

"براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب رمضان میں روزے رکھنے کا حکم آگیا۔ تو لوگ سارا رمضان اپنی بیویوں کے پاس نہ جاتے۔ اور مرد حضرات اپنے آپ سے خیانت کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس پر اللہ نے یہ آیات نازل کیں۔ علم اللہ الخ"

نقد:

علامہ رشید رضا اپنی تفسیر المنار میں ان روایات پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فَأَنْتَ تَرَى فِي هَذِهِ الرِّوَايَاتِ اضْطِرَابًا، فَفِي بَعْضِهَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَرَوْنَ مُقَارَبَةَ النِّسَاءِ مُحَرَّمَةً فِي لَيَالِي رَمَضَانَ كَأَنْهُرِهِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَفِي الْأُخْرَى أَنَّهُمْ كَانُوا يَعُدُّونَهَا كَالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ لَا تَحْرُمُ إِلَّا بَعْدَ النَّوْمِ فِي اللَّيْلِ، وَأَقْرَبُ مَا يُمْكِنُ أَنْ يَخْرُجَ عَلَيْهِ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ اخْتِلَافُ اجْتِهَادِ الصَّحَابَةِ فِي ذَلِكَ بِحَمْلِ كُلِّ رِوَايَةٍ عَلَى طَائِفَةٍ، وَإِلَّا تَعَارَضَتَا وَسَقَطَ الِاحْتِجَاجُ بِهِمَا. وَهَذَا الْجَمْعُ يُوَافِقُ مَا قَالَهُ الْأُسْتَاذُ الْإِمَامُ، فَتَعَيَّنَ أَنَّ اجْتِهَادَهُمْ لَمْ يَكُنْ حُكْمًا قُرْآنِيًّا فَيُقَالُ إِنَّهُ نُسِخَ بِالْآيَةِ، وَإِنَّمَا هُوَ اجْتِهَادٌ أَوْقَعَهُمْ فِيهِ الْإِجْمَالُ فَجَاءَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بِالْبَيَانِ (قَالَ) : وَقَوْلُهُ: (أُحِلَّ لَكُمْ) لَا يَقْتَضِي أَنَّهُ كَانَ مُحَرَّمًا، بَلْ يَكْفِي فِيهِ أَنْ يُتَوَهَّمَ أَنَّ مِنْ كَمَالِ الصِّيَامِ أَوْ مِنْ شُرُوطِهِ عَدَمُ الْأَكْلِ بَعْدَ النَّوْمِ وَعَدَمُ مُقَارَبَةِ النِّسَاءِ بَعْدَهُ أَوْ مُطْلَقًا. وَهُوَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: (أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ) (5: 96)وَلَمْ يَكُنْ قَدْ سَبَقَ نَصٌّ فِي تَحْرِيمِهِ."[9]

"آپ کو ان روایات میں اضطراب نظر آئے گا۔ کچھ میں تو یہ ہے کہ صحابہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مقاربت کو مطلقاً اسی طرح حرام سمجھتے تھے جیسا کہ دن میں، جب کہ دوسری روایات میں ہے کہ رات سونے کے بعد وہ اسے کھانے پینے کی طرح ہی حرام تصور کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا اسی طرح ممکن ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ ہر روایت صحابہ کے مختلف گروہوں کے اختلافِ اجتہاد کا نتیجہ تھی۔ اگر ایسا نہیں تو یہ باہم متعارض ہو جاتی ہیں اور ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور روایات کو اس طرح جمع کرنا استاذ امام مفتی عبدہ کے قول کے مطابق ہے۔ انھوں نے یہ طے کیا کہ صحابہ کا اجتہاد قرآنی حکم نہیں تھا کہ یہ کہا جائے کہ یہ اس آیت منسوخ ہو گیا۔

یہ صرف ان کا اجتہاد تھا جو آیت کے اجمال کی وجہ سے پیش آیا، تو پھر اس آیت (البقرہ 187) سے حکم واضح کر دیا گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ارشادِ باری، احل لکم، یعنی تمہارے لیے حلال کر دیا گیا، سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلے حرام تھا۔ بلکہ اتنی بات کافی ہے کہ صحابہ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ رمضان کی راتوں میں سو جانے کے بعد یا مطلقاً، کھانا اور بیویوں سے مقاربت روزے کے کمال کے منافی یا اس کی شرائط میں شامل ہے۔ اور حلال کرنے کا یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت ہے کہ تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا حالانکہ اس کی حرمت کا حکم پیشتر موجود نہیں ہے۔"

ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو یہ غلط فہمی اس طرح لاحق ہوئی کہ مدینہ کے یہود میں یہ معمول تھا کہ روزے کے مہینے میں افطار کے بعد بھی وہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ صحابہ نے ان کا یہ طرز عمل دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہی حکم مسلمانوں کے لیے بھی ہوگا۔ صحابہ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ شریعت اسلامیہ میں جن امور کے بارے میں وہ کوئی حکم نہ پاتے تو ان معاملات میں یہود کے طرز عمل کو اپنا لیتے۔ اس غلط فہمی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے اعتدالیوں کو درست کرنے کے لیے اللہ تعالی نے اپنا حکم واضح کیا کہ رمضان کی راتوں میں تمھارا تمھاری بیویوں کے پاس جانا حلال کیا ہوا ہے۔ اب جب کہ بات واضح ہو گئی ہے تو اب جاؤ اپنی بیویوں کے پاس رمضان کی راتوں میں۔ دوسری بات یہ کہ اگر رمضان کی راتوں میں بھی مباشرت حرام ہوتی تو اس کی حرمت کا حکم منصوص ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا کوئی حکم کبھی موجود نہیں رہا۔ ان نکات کی وضاحت مسند احمد کی درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

"وَأَمَّا أَحْوَالُ الصِّيَامِ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَجَعَلَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَالَ يَزِيدُ: فَصَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ إِلَى رَمَضَانَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَصَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِ الصِّيَامَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} [البقرة: 183] إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ {وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ} [البقرة: 184] قَالَ: فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَطْعَمَ مِسْكِينًا، فَأَجْزَأَ ذَلِكَ عَنْهُ قَالَ: ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ الْآيَةَ الْأُخْرَى {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ} [البقرة: 185] إِلَى قَوْلِهِ {فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ} [البقرة: 185] قَالَ: فَأَثْبَتَ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيمِ الصَّحِيحِ، وَرَخَّصَ فِيهِ لِلْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ وَثَبَّتَ الْإِطْعَامَ لِلْكَبِيرِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الصِّيَامَ، فَهَذَانِ حَوْلَانِ [ص:439]. قَالَ: وَكَانُوا يَأْكُلُونَ وَيَشْرَبُونَ وَيَأْتُونَ النِّسَاءَ مَا لَمْ يَنَامُوا، فَإِذَا نَامُوا امْتَنَعُوا. قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ صِرْمَةُ ظَلَّ يَعْمَلُ صَائِمًا حَتَّى أَمْسَى فَجَاءَ إِلَى أَهْلِهِ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ نَامَ فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَشْرَبْ حَتَّى أَصْبَحَ فَأَصْبَحَ صَائِمًا قَالَ: فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَهَدَ جَهْدًا شَدِيدًا قَالَ: «مَا لِي أَرَاكَ قَدْ جَهَدْتَ جَهْدًا شَدِيدًا؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي عَمِلْتُ أَمْسِ فَجِئْتُ حِينَ جِئْتُ، فَأَلْقَيْتُ نَفْسِي فَنِمْتُ، وَأَصْبَحْتُ حِينَ أَصْبَحْتُ صَائِمًا. قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ قَدْ أَصَابَ مِنَ النِّسَاءِ مِنْ جَارِيَةٍ أَوْ مِنْ حُرَّةٍ بَعْدَ مَا نَامَ، وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ {أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ} [البقرة: 187] إِلَى قَوْلِهِ {ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ} [البقرة: 187] وَقَالَ يَزِيدُ فَصَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ إِلَى رَمَضَانَ"[10]

"روزے کے احوال (یعنی مراحل تین) ہیں: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے لگے۔ یزیدؒ فرماتے ہیں: آپؐ نے انیس ماہ ربیع الاول سے رمضان تک ہر مہینے تین دن کے روزے رکھے۔ اور آپؐ یوم عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے۔ پھر اللہ نے رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔ اور یہ آیات نازل کیں: "اے ایمان والو، تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا۔ تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ اور جو اِس کی طاقت رکھتے ہوں (کہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں) تو اُن پر ہر روزے کا بدلہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔" [البقرۃ:-183-184] (یہ پہلا مرحلہ تھا)۔ مزید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں جو چاہتا روزے رکھتا اور جو چاہتا روزے کے بدلے مساکین کو کھانا کھلاتا تھا۔ اس پر اللہ نے دوسری آیت نازل کی: "رمضان کا مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کے لیے رہنما بنا کر اور نہایت واضح دلیلوں کی صورت میں جو (اپنی نوعیت کے لحاظ سے) سراسر ہدایت بھی ہے اور حق و باطل کا فیصلہ بھی۔ سو تم میں سے جو شخص اِس مہینے میں موجود ہو، اُسے چاہیے کہ اِس کے روزے رکھے۔" [البقرۃ: 185]

رمضان کی راتوں میں حرمتِ اکل و مباشرت کے مسئلے کا جائزہ، سورہ البقرہ کی آیت 187 کے تناظر میں

راوی کہتے ہیں کہ اللہ نے مقامی تندرست پر تو روزہ فرض قرار دے دیا لیکن مریض اور مسافر کو رخصت دیئے رکھی۔ اور جو بالغ شخص روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر فرض قرار دیا کہ روزے کے بدلے مساکین کو کھانے کھلائے۔ (یہ دوسرا مرحلہ تھا)۔ یہ دو حالات تھے۔ روزے سے متعلق تیسرا حال یہ تھا کہ) فرمایا کہ لوگ (افطار کے بعد) کھاتے پیتے اور بیویوں کے پاس جاتے جب تک کہ سو نہ جاتے۔ جب وہ سو جاتے تو ان کاموں سے رک جاتے۔ یزید فرماتے ہیں کہ صرمہ نامی ایک انصاری نے دن بھر محنت مشقت کی پھر وہ گھر آئے، نماز پڑھی اور سو گئے۔ انھوں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان کا حال دیکھا کہ ان پر سخت مشقت طاری ہے۔ تو فرمایا کیا بات ہے تمھیں میں شدید مشقت میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کل میں نے محنت مزدوری کی۔ پھر میں اپنے وقت پر گھر آیا۔ پھر میں سو گیا۔ اور صبح اس حال میں کی کہ میں روزے سے تھا۔ یزیدؒ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر سونے کے بعد اپنی لونڈی یا بیوی کے پاس چلے گئے۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس بات کا ذکر کیا۔ اس پر اللہ نے یہ آیات نازل کیں: "تم پوچھنا چاہتے ہو تو لو ہم بتائے دیتے ہیں کہ) روزوں کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا تمھارے لیے جائز کیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اُس نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے درگذر کیا۔ چنانچہ اب (بغیر کسی تردد کے) اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور (اس کا) جو (نتیجہ) اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، اُسے چاہو، اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ رات کی سیاہ دھاری سے فجر کی سفید دھاری تمھارے لیے بالکل نمایاں ہو جائے۔ پھر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔"

درج بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے تدریجی حکم میں تین مراحل پیش آئے۔ ان میں سے پہلے دو کے لیے تو راوی نے قرآن کی آیات پیش کیں، لیکن زیرِ بحث مسئلے میں لوگوں کے محض عمل کو بیان کیا کوئی آیت یا حدیث سے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا یہ طرزِ عمل کسی منصوص حکم کے تحت نہیں تھا۔

مولانا مودودی اس مسئلے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، "اس بارے میں بھی لوگ ابتداء غلط فہمی میں تھے۔ کسی کا خیال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اور کوئی سمجھتا تھا کہ رات جو جب تک آدمی جاگ رہا ہو، کھا پی سکتا ہے۔ جہاں سو گیا، پھر دوبارہ اٹھ کر وہ کچھ نہیں کھا سکتا۔ یہ احکام لوگوں نے خود اپنے ذہن میں سمجھ رکھے تھے۔"[11]

مولانا امین احسن اصلاحی بھی اسی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"بہت سے مسلمانوں نے بنظرِ احتیاط و تقویٰ یہ سمجھا کہ جس طرح روزے کی حالت میں، دن میں زن و شو کے تعلقات کی اجازت نہیں ہے اسی طرح شب میں بھی اس کی اجازت نہیں ہو گی۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت پہنچی ہو گی کہ یہود کے ہاں روزہ افطار کے معًا بعد پھر شروع ہو جاتا ہے جس کے سبب سے انہیں شب میں بھی وہ پابندیاں نباہنی پڑتی ہیں جو دن میں تھیں۔ چونکہ مسلمانوں کے سامنے عملی مثال کی حیثیت سے اہل کتاب ہی کا روزہ تھا اور قرآن میں اس کا حوالہ بھی دیا گیا تھا اس وجہ سے انہوں نے از خود اپنے اوپر یہ پابندی عائد کر لی کہ دن کی طرح شب میں بھی ازدواجی تعلقات سے احتراز کرتے تھے لیکن اس معاملہ میں چونکہ اب تک کوئی واضح ہدایت نہیں تھی اس وجہ سے اس کی نوعیت ایک مشتبہ معاملہ کی تھی۔ اس اشتباہ کے سبب سے بعض لوگ نفس کی اکساہٹ کے باعث کبھی کبھی اس چیز کے مرتکب بھی ہو جاتے تھے جو خود ان کے ضمیر کے نزدیک مشتبہ ہوتی۔ مشتبہ معاملات میں شریعت کی ہدایت، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، یہ ہے کہ "دع ما یریبک الی مالا یریبک" مشتبہ کو چھوڑ کر آدمی اس پہلو کو اختیار کرے جو غیر مشتبہ ہو۔ اگر اس کے برعکس آدمی مشتبہ پہلو کو اختیار کرے تو یہ خود اپنے نفس کے ساتھ ایک قسم کی خیانت ہوتی ہے اس وجہ سے قرآن نے اس کو اپنے نفس کے ساتھ خیانت سے تعبیر فرمایا ہے لیکن چونکہ یہ احتیاط شریعت کے منشا کے خلاف تھی۔ محتاط مسلمانوں نے از خود اپنے اوپر عائد کر لی تھی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خیانت سے درگزر فرمایا اور واضح الفاظ میں شب میں بیویوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے دی۔"[12]

ہمارے نزدیک یہی دوسری رائے محقق اور درست ہے۔ تاہم، اس پر چند اشکال پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔

'أُحِلَّ لَكُم' کا مفہوم:

پہلا اشکال یہ ہے کہ 'اُحِلَّ' کے مفہوم سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ پہلے یہ حرمتیں ثابت تھیں اور اب انھیں حلال کیا جا رہا تھا۔

'اُحِلَّ' کا مفہوم صرف یہ ہی نہیں ہوتا کہ کوئی چیز پہلے حرام تھی اور اب اسے حلال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں 'اُحِلَّ' اس سے مختلف مفہوم میں بھی استعمال ہوا ہے، یعنی اگر کسی حلال چیز کے بارے میں بھی کوئی شبہ یا غلط فہمی پیدا ہوئی تو اس کی وضاحت کے بعد بتایا گیا کہ وہ حلال ہی ہے۔ اس کے لیے بھی یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، مثلاً

"يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ"[13]

"وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لیے کیا چیز حلال ٹھیرائی گئی ہے؟ کہہ دو: تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال ہیں۔"

معاملہ یہ پیش آیا کہ جب کھانے پینے کی چیزوں کی حلت و حرمت کے احکامات کا نزول شروع ہوا تو بعض ایسی چیزیں بھی حرام ٹھہرائی گئیں جن کے بارے میں حلال ہونے کا گمان ہو سکتا تھا، جیسے شراب وغیرہ جس میں ان کے مطابق ان کے کچھ مالی مفادات بھی بنتے تھے۔ چنانچہ صحابہ نے پوچھا کہ ان کے لیے کیا حلال کیا ہے تو فرمایا گیا کہ طیبات ساری ان کے لیے حلال ہیں۔ یعنی یہاں 'احل' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ طیبات ان پر پہلے حرام تھیں اور اس حکم کے بعد حلال ہوئیں۔ چنانچہ سیاق و سباق سے یہ طے ہوتا ہے کہ احل کا کیا مطلب لیا جانا مناسب ہوگا۔

دوسری آیت دیکھیے:

"يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ" [14]

"اے نبی، ہم نے تمھاری ان بیویوں کو تمھارے لیے جائز کیا جن کے مہر تم دے چکے ہو اور تمھاری ان مملوکات کو بھی تمھارے لیے حلال کیا جو اللہ نے تم کو بطور غنیمت عطا فرمائیں۔"

ازواج النبی ﷺ اور آپ کی لونڈیاں اس آیت سے قبل بھی آپ کے نکاح میں تھیں اور آپؐ کے لیے حلال تھیں، لیکن یہاں اعادہ کیا گیا ہے۔ اس اعادہ کی ضرورت منافقین کے پراپیگنڈے کی وجہ سے پڑی تھی جو آپ کے عام شرعی قاعدہ سے زیادہ نکاحوں پر معترض ہو رہے تھے۔ گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ ہم نے آپ کے لیے آپ کی ازواج اور لونڈیاں حلال کی ہوئی ہیں جن کی تعداد عام شرعی قاعدہ کی مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت زیر بحث میں 'اُحِلَّ' اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے مقاربت کے حرام ہونے کی جو غلط فہمی لاحق ہوئی ہے اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کے پاس جانا جائز ہے:

"أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ"[15]

(تم پوچھنا چاہتے ہو تو لو ہم بتائے دیتے ہیں کہ) روزوں کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا تمھارے لیے جائز کیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اُس نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے درگذر کیا۔ چنانچہ اب (بغیر کسی تردد کے) اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور (اس کا) جو (نتیجہ) اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، اُسے چاہو۔

'الان' کا مفہوم:

دوسرا اشکال 'الان' سے متعلق پیدا ہوتا ہے کہ پہلے یہ حرمتیں موجود تھیں، پھر انھیں منسوخ کیا گیا تو 'اب' یہ حلال ہیں۔

یہاں یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ رمضان کی راتوں کی یہ حرمتیں پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے اب جب کہ بات واضح ہوگئی تو "اب" تم لوگ اپنی بیویوں کے پاس بغیر کسی احساسِ جرم کے جاسکتے ہو کیوں کہ یہ جائز ہے۔

'تَختَانُونَ اَنفُسَکُم فَتَابَ عَلَیکُم' کا مفہوم:

تیسرا اشکال یہ کہ 'تختانون انفسکم فتاب علیکم، تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے' کا کیا مطلب ہے تو اس کا مطلب ہے کہ صحابہ یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ فعلِ مباشرت رمضان میں جائز نہیں یا سو جانے کے بعد جائز نہیں، پھر بھی اس فعل کے مرتکب ہوئے تو اپنے گمان کے مطابق خیانت کے مرتکب ہوئے۔ اس پر اللہ تعالی نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے انہیں معاف کیا۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی کے نزدیک دیانت اصل مدار عمل ہے۔ حکم یہی ہے کہ اپنے اجتہاد میں آدمی اپنی عقل اور ضمیر کے مطابق چلے، وہ اسی کا مکلف ہے، چاہے وہ اس میں خاطی ہو۔ اگر وہ اپنے فہم، میں جسے وہ درست سمجھتا ہے، اس پر عمل نہیں کرتا تو اسے خیانت شمار کیا گیا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"یہ گویا اپنے ضمیر کے ساتھ خیانت کا ارتکاب تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ ایک مجرمانہ اور گناہ گارانہ ذہنیت ان کے اندر پرورش پاتی رہے گی۔ اس لیے اللہ تعالی نے پہلے اس خیانت پر تنبیہ فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ فعل تمہارے لیے جائز ہے۔ لہذا اب اسے برا فعل سمجھتے ہوئے نہ کرو، بلکہ اللہ کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قلب وضمیر کی پوری طہارت کے ساتھ کرو۔"[16]

روایات کے ان اختلافات کا مطلب یہ ہی نکلتا ہے کہ کوئی واضح حکم نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ میں اس مسئلے کے بارے میں غلط فہمی یا کنفیوژن پائی جاتی تھی۔ یہ معاملہ اس وجہ سے پیش آیا کہ ان کے ہاں یہ رائج تھا کہ شریعت میں جب تک کوئی حکم انہیں واضح طور پر نہیں ملتا تھا تو وہ اہلِ کتاب خصوصًا یہود کے طرزِ عمل کو اختیار کر لیتے تھے۔ اس مسئلہ میں بھی انہوں نے یہود کے ہاں رائج اس عمل کو بھی اپنا لیا کہ وہ رمضان کی راتوں میں بھی اپنی ازواج سے مقاربت منع سمجھ رہے تھے۔ غالب گمان یہی ہے دین میں غلو کی وجہ سے یہود ایسا کرتے ہوں گے جیسا کہ مخصوص ایام میں وہ عورت کو اچھوت سمجھتے تھے۔ بہر حال، صحابہ کے ہاں جب یہ مسئلہ سامنے آیا تو اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے حلت کے حکم کا اعادہ کیا گیا۔[17]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی راتوں میں اس فعل کے مرتکب ہونے کے واقعات گویا پوری کیمونٹی میں پیش آرہے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی منصوص حکم نہیں تھا اور اسی وجہ سے صحابہ اس میں اتنے حساس واقع نہیں ہوئے تھے، ورنہ ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ ساری کیمونٹی اس گناہ کا شکار ہو رہی تھی، ان کی شان کے خلاف ہے۔

خلاصہ:

عہدِ رسالت میں صحابہ کے ہاں رمضان کی راتوں میں بعد از افطار بھی روزے کی پابندیاں برقرار رکھنے کا عمل پایا جاتا تھا۔ لیکن اس کی بنیاد کوئی منصوص حکم نہ تھا جیسا کہ تفسیری روایات سے متبادر ہوتا ہے۔ یہ رواج غالبا یہود سے درآیا تھا کیوں کہ روزے رکھنے کے حکم میں ان کا حوالہ دیا گیا تھا۔ اس مشتبہ خود ساختہ پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر مسلم کمیونٹی میں سوال پیدا ہونے شروع ہوئے جس پر اللہ تعالی نے سورہ بقرہ کی آیت 187 میں وضاحت کر دی کہ ایسا کوئی حکم مسلمانوں پر نہیں ہے اور انھیں رمضان کی راتوں میں ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Surah al-Baqarah: 187[1]

Muhammad bin Jarīr al-Ṭabarī, *Jāmi‘ al-Bayān,* taḥqīq: Shākir, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, (3/494)[2]

Ismā‘īl bin ‘Umar bin Kathīr, *Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm*, Dār Ṭayyibah li al-Nashr wa al-Tawzī‘, 1420H [3] – 1999, (1/510)

Muḥammad bin ‘Umar Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Mafātīḥ al-Ghayb*, al-Nāshir: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī [4] – Bayrūt, (5/267)

Ibn Kathīr (1/510–511) / Muḥammad bin Ismā‘īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Dār Ṭawq al-Najāḥ, [5] Raqm: 4508

For details see: Sūrah al-Baqarah *: 187 with reference to Tafsīr Ibn Kathīr and tafāsīr dīgar ma’thūr* [6]

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Raqm: 1915[7]

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Raqm: 1915[8]

Muḥammad Rashīd bin ‘Alī Riḍā (al-mutawaffā: 1354H), *Tafsīr al-Qur’ān al-Ḥakīm (Tafsīr al-Manār),* [9] al-Nāshir: al-Hay’ah al-Miṣriyyah al-‘Āmmah lil-Kitāb, 1990, Jild 2, Ṣafḥah 141

Imām Aḥmad bin Ḥanbal*, Musnad Aḥmad*, Mu’assasat al-Risālah, 2001, Raqm: 22124[10]

Mawlānā Sayyid Abū al-A‘lā Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, Idārah Tarjumān al-Qur’ān, Jild 1, Ṣafḥah [11] 145

Mawlānā Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, *Tadabbur-e-Qur’ān*, Jild 1, *Tafsīrī Note Sūrah al-Baqarah āyat 187*[12]

Sūrah al-Mā’idah: 4[13]

Sūrah al-Aḥzāb: 50[14]

Sūrah al-Baqarah: 187[15]

Tafhīm al-Qur’ān, Ṣafḥah 145[16]

s above discussion has two aspects. One perspective presents the continuity of ' My esteemed colleague[17] tradition, which he considered open to reform, while the other aligns with the modernist thinkers such as Rashid Rida from whom he derived support for his position.

In my opinion, if we take into account the viewpoints of Imam al-Shafi‘i, Imam al-Bukhari, Imam al-Shatibi, and Imam Shah Waliullah al-Muhaddith al-Dehlawi regarding *asbab al-nuzul* (occasions of revelation), *naskh wa mansukh* (abrogation), and the details of *ahkam al-sharia‘* (legal rulings), the subtleties of the issue can be articulated much more precisely. Moreover, since this is an intellectual position of the modern era rather than a practical matter, and as the consensual tradition within the Muslim Ummah has already been firmly established, the details of this issue hold less significance from an Islamic standpoint and more from an orientalist one. Because such topics are often discussed academically within orientalist scholarship on possible and rational grounds, it is therefore essential for scholars to understand this perspective thoroughly.

(Co-Author, Dr. Abdul Basit)